AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ریاستِ مدینہ کی خارجہ پالیسی: صلح حدیبیہ کی افادیت، منٹگمری واٹ کے اعتراضات اور اسلامی و استشراقی نظریات کا تقابلی مطالعہ

The Foreign Policy of the State of Madinah: The Significance of the Treaty of Hudaybiyyah, Montgomery Watt's Objections, and a Comparative Analysis of Islamic and Orientalist Perspectives

Tabinda Khalid
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Lahore, Pakistan.
Dr. Sadaf Sultan
Assistant Professor, Lahore College for Women University, Lahore.

Abstract

The Treaty of Hudaybiyyah is considered a pivotal moment in the foreign policy of the State of Madinah under the leadership of Prophet Muhammad (PBUH). This treaty not only demonstrated the strategic wisdom of the Prophet (PBUH) but also laid the foundation for the expansion of Islam through peaceful means. While Muslim scholars regard the treaty as a manifestation of diplomatic foresight and divine guidance, some Orientalist scholars, including Montgomery Watt, have raised objections, arguing that the treaty was merely a tactical maneuver rather than a genuine commitment to peace. This study critically examines the significance of the Treaty of Hudaybiyyah from both Islamic and Orientalist perspectives. It highlights the long-term impact of the treaty on Islamic governance, interfaith relations, and geopolitical stability. The research delves into primary Islamic sources and evaluates Montgomery Watt's objections in light of historical evidence and scholarly discourse. By comparing Islamic and Orientalist viewpoints, this study aims to clarify misconceptions and offer a balanced understanding of the treaty's role in the foreign policy of the State of Madinah. It underscores how the treaty facilitated the spread of Islam, promoted coexistence, and strategically positioned the Muslim community for future developments. The findings suggest that the Treaty of Hudaybiyyah was not only a diplomatic success but also a testament to the Prophet's (PBUH) vision for a just and inclusive society.

Keywords: *Treaty of Hudaybiyyah, Foreign Policy, Montgomery Watt, Islamic Diplomacy, Orientalist Critique*

تعارف موضوع

ریاستِ مدینہ کی خارجہ پالیسی میں صلح حدیبیہ ایک اہم موڑ تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی، تدبر اور صبر و استقامت کا بہترین نمونہ ہے۔ اس معاہدے نے نہ صرف فوری طور پر مسلمانوں اور قریش کے درمیان امن قائم کیا بلکہ اس کے دور رس نتائج نے اسلامی فتوحات کی راہ ہموار کی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے، یہ معاہدہ کسی وقتی مصلحت یا کمزوری کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک مدبرانہ حکمت عملی تھی جو بعد میں فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ دوسری جانب، مستشرقین میں سے منٹگمری واٹ جیسے مفکرین نے صلح حدیبیہ پر مختلف اعتراضات کیے ہیں، جن کے مطابق یہ معاہدہ اسلامی قوت کو وقتی طور پر محفوظ رکھنے کی ایک چال تھی نہ کہ حقیقی امن کی کوشش۔ اس تحقیق میں اسلامی اور استشراقی نقطۂ نظر کا تقابلی جائزہ لیتے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہوئے صلح حدیبیہ کی افادیت، اس کے سیاسی و سماجی اثرات اور مستشرقین کے اعتراضات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد مستند تاریخی شواہد کی روشنی میں ان اعتراضات کا علمی رد پیش کرنا اور صلح حدیبیہ کی اصل حیثیت کو واضح کرنا ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست خارجہ جیوپالیٹکس کے اصول کے تابع نہ تھی بلکہ عالم گیر نوعیت کی حامل تھی۔ اگر اسلام اس اصول کو تسلیم کرتا تو جزیرہ نما عرب تک ہی محدود رہتا۔ زمین کے ہر گوشے میں نسلِ انسانی کے جو افراد بھی چاہیں۔ ان اصولوں کو قبول کر سکتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے تھا۔ جب کہ آپ تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ اسلام سے قبل دنیا نسل، زبان اور رنگ کے تین دائروں میں منقسم تھی۔ انسانیت کا احترام نام کو نہ تھا۔ آتش کدہ فارس میں انسانی عظمت جل کر راکھ ہو رہی تھی۔ یونان کی حکمت نے وجود زن کو کائنات کے لیے لعنت تشخیص کیا اور بت کدہ ہند میں دیوتاؤں کے قدم عورت کی مقدس قربان گاہ تھے عربوں کو اپنی زبان کی فصاحت پر اتنا ناز تھا کہ وہ ایرانیوں کو عجمی کہا کرتے تھے۔ ایرانی سفید فام تھے اور اس پر اتنا اتراتے تھے کہ حبشیوں اور ہندوستان کو کوے کہتے۔ ہندوستان میں معاشرہ چار ذاتوں میں بٹا ہوا تھا، اسلام آیا تو اس نے کہا:

{وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَ اَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ} ۱؎

(اور تمہاری زبانوں اور رنگت کا اختلاف ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں)

اسی فرمان الٰہی کے پیشِ نظر اسلامی حکومت میں بلالؓ حبشی اور صہیبؓ رومی میں کوئی فرق نہ رہا۔ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لوگو! تم سب آدم کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ گورے کو کالے پر برتری۔ اللہ کے نزدیک شرافت اور بزرگی کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ ۲؎

اسی لیے نہ ترکوں نے حبشیوں کی کبھی لنچنگ کی اور نہ عربوں نے چینیوں کے ساتھ پر امن زندگی گزارنے میں کوئی دشواری محسوس کی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ((الخلق عیال اللہ)) ۳؎ اسی لیے تمام فرقے، تمام امتیازات اور تمام حدبندیاں دفعتاً ٹوٹ گئیں۔

اسلام نے نسلی امتیاز کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

{الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ} ۴؎

(جو چیز بھی اس نے بنائی، خوب ہی بنائی۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے)

{اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ} ۵؎

(مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔)

{اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ} ۶؎

(در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)۔

ایک موقعہ اسلام نے پہلے مذاہب کو جھٹلایا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کیا اور باقی رکھا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ} ۷؎

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(اور ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا جو کہ آپ سے پہلے کتابوں (مذاہب) کی تصدیق کرنے والی ہے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں جو خطوط لکھے ان میں عیسائیت کی تردید کے بجائے یہ آیت خاص طور پر درج ہوتی:

{یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ} ۸؎

(اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے)۔

{لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ}۹؎

پھر فرمایا:(دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں)ایک اور مقام پر فرمایا:

{لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ} ۱۰؎

(تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین)

اسلام میں اعتقاد کی بنیاد قرآنی آیات میں غوروفکر، تدبر، عقل و فہم اور سوچ بچار ہے نہ کہ اندھی تقلید، جبر و اکراہ اور ڈر اور ظلم، اس سے بڑھ کر عقیدے کی آزادی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے جب آپ کے مشن کو یہودیوں سے کوئی خطرہ لاحق ہوا تو آپ نے ان کی سرکوبی کی۔ لیکن جب وہ صرف آپ کے مذہبی معاملات میں اختلاف کرتے تو آپ اتنے شریف النفس اور حلیم تھے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے۔ یہودیوں کی طرح آپ نے عیسائیوں کے مذہب میں بھی قطعاً مداخلت نہ کی جب تک کہ وہ عرب میں آپ کی سیاست کے ساتھ متصادم نہ ہوئے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ نے اسلام کی سیاسی ہیئت میں عیسائیوں اور یہودیوں کو جو حیثیت سونپی اس کا عام طور پر اسلامی ثقافتی ترقی پر ممکن عظیم نتیجہ بر آمد ہوا۔

اسلام نے غیر مسلموں کی آزادی کو تسلیم کیا ہے، ان سے جتنے عہد نامے کیے گئے ان میں جہاں ان کی حریتِ ذات و مال تسلیم کی گئی وہاں ان کے عقائد اور اقامتِ شعائر کی آزادی بھی مانی گئی۔ پھر فرمایا:

{وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ} ۱۱؎

(صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے)۔

اسی ضمن میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

{اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ} ۱۲؎

(ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی)۔

اسلام کی اشاعت میں قطعاً کسی قسم کے جبر سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ اس کی کھلے طور پر اجازت دے دی گئی کہ جس کا جی چاہے مان لے جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے جہاد کیے تا کہ کافروں کا زور نہ رہے اور وہ اہلِ ایمان کو نہ روک سکیں۔ آپ نے مظلوموں کی دادرسی اور انسانی حقوق کی عظمت کی خاطر لڑائیاں لڑیں۔ لیکن آپ کی جنگیں خالصتاً دفاعی تھیں اور دفاعی جنگ میں بھی رضائے الٰہی مضمر تھی۔ کفارِ قریش نے مدینہ پر چڑھائی کی تو آپ نے بدر میں مدافعت کی، پھر احد میں اپنا بچاؤ کیا۔ غزوہ خندق میں اہلِ مکہ کے ساتھ یہودیوں نے بھی گٹھ جوڑ کر لیا تو آپ نے خندق کھود کر مدافعانہ طریقِ جنگ اپنایا۔ شروع میں آپ نے قریش کے تجارتی قافلوں کو روکنے کی پالیسی اختیار کی، جو مختلف

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معاہدات طے کیے گئے ان میں جہاں اہلِ مدینہ کے وقار کو بلند کرنا مقصود تھا وہاں آپ کے پیشِ نظر یہ بھی تھا کہ اہلِ مکہ کو اپنی تجارتی آمد ورفت میں خطرہ محسوس ہو، جن کی تجارت کا دامن طائف، شام اور یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ قریش کے "رحلۃ الشتاء" کا شمالی راستہ کھلا تو گیا، ان کے لیے نجد وغیرہ سے ہو کر جانے والے نئے نو ساختہ راستے بھی بند ہوتے چلے گئے۔ جب مسلمانوں نے ان راستوں پر مئوثر کنٹرول حاصل کر لیا تو تمام قبائل جن کا پیشہ تجارت تھا، بے روزگار ہو گئے۔ قبیلہ اشجع نے اسی معاشی کساد بازاری کے باعث اپنا وفد رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور آپ سے اپنی حلیفی کا اعلان کیا۔[۱۳]

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ تھی کہ جب آپ کسی قوم سے مصالحت و معاہدہ کرتے تو جو بھی اس قوم کا حلیف بن جاتا، اسے بھی معاہدہ میں شریک کر لیتے اور دوسری قوم اگر آپ سے معاہدہ کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھی عہد میں شریک قرار دے دیتے اور ان میں جو جنگ کرتا پھر دوسری معاہد قوم کو محارب قرار دیتے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ پر حملہ کیا کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کے ساتھ دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ کیا تو بنو بکر وائل اٹھے اور انھوں نے قریش سے معاہدہ کر لیا اور اس عہد میں داخل ہو گئے۔ اس کے برعکس بنو خزاعہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر لیا اور وہ اس عہد میں داخل ہو گئے۔[۱۴]

یہاں یہ برمحل معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاستِ خارجہ کے شاہکار معاہدہ حدیبیہ کا جدید ڈپلومیسی کے ایک نمونہ معاہدہ ورسائی سے موازنہ کیا جائے۔ معاہدہ حدیبیہ طے کرتے وقت ابو جندلؓ جائے مذاکرات پر آ گئے۔ وہ اسلام لا چکے تھے لیکن قریش کی قید میں تھے۔ سہیل بن عمرو نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور ساتھ بصورتِ دیگر معاہدہ طے نہ کرنے کی دھمکی دے دی۔ آپ نے ابو جندلؓ کو واپس کر دیا اور صبر کی تلقین کی۔[۱۵]

ابو بصیرؓ مدینہ پہنچے تو معاہدہ کے مطابق ان کو واپس کر دیا۔[۱۶]

معاہدہ حدیبیہ طے کرتے وقت اگر آپ مکہ پر بزور شمشیر قبضہ کرنا چاہتے تو آسانی کے ساتھ ایسا کر سکتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خونی دشمنوں پر کوئی تاوان عائد نہ کیا اور عام معافی کا اعلان کیا۔[۱۷]

اس کے برعکس جنگِ عظیم اول کے بعد ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو ورسائی کے مقام پر معاہدہ ورسائی طے پایا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریح کے مطابق جرمنی کو جنگ کا واحد ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اس کی افواج کو نہتا کر دیا گیا۔ فاتحین کے نمائندوں کے سامنے جرمنی کے مندوبین کو بے آبرومندانہ انداز میں پیش کیا گیا اور معاہدے کا متن تیار کرتے وقت انہیں مجرموں کی طرح کھڑا رکھا گیا۔ نتیجتاً جرمنی پر بھاری تاوان جنگ (اندازاً ۲۵ ارب ڈالرز) عائد کیا گیا جس کو ادا کرنے کی استطاعت وہ قطعاً نہ رکھتا تھا۔[۱۸]

اس لیے ایچ جی ویلز اسے "فاتحین کا معاہدہ" قرار دیتا ہے۔ عصرِ حاضر میں ڈپلومیسی کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے "عنایات و دھوکہ دھی کا علم"۔ اور انیسویں صدی تک سفیر کو ایک دیانت دار کاذب سمجھا جاتا رہا ہے، جو اپنی ریاست کے مفادات ک تحفظ کرتا ہے۔ اسی طرح آج سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھ کر سفراء کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کاری احکاماتِ الٰہی کو عملی جامہ پہنانے کا دوسرا نام تھا۔ مسیلمہ کذاب کے سفیروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدتمیزی کا بھی مظاہرہ کیا۔ لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ اسلام کا ہر حکم بڑی چیز کی خاطر چھوٹی چیز کے قربان کر دینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ حال کی جذباتیت کو مستقبل تعمیر پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک بین مثال معاہدہ حدیبیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بصیرت سے قریش کو یہودیوں کے متعلق غیر

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جانب دار رہنے پر آمادہ کر لیا۔وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست سیاسی اور سفارتی کامیابی کی دلیل ہے۔دو ہفتوں کے بعد آپ نے خیبر کا رخ کیا اور ایسا سفارتی کمال کر دکھایا کہ اہلِ خیبر بے یارو مددگار رہ گئے اوار ان کی اعانت کو کوئی بھی نہ پہنچا۔یہاں تک کہ غطفان کے حلیف بھی اپنے گھروں میں بیٹھے تماشا دیکھتے رہے۔خیبر کی تسخیر کے بعد مزید دوستیاں بڑھانے کا موقعہ ملا۔اسی زمانے میں بحرین اور عمان کے ساتھ تعلقات کا آغاز ہوا اور جب قریش تنہارہ گئے،توبغیر خون بہائے مکہ پر قبضہ ہو گیا۔۱۹؎

سفارتی زندگی کے لیے صلح حدیبیہ کی افادیت:

سفارتی زندگی کو موئثر اور جامع بنانے کے لیے صلح حدیبیہ سے حسبِ ذیل رہنما اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ مسلم سربراہ اور دیگر مقتدر مسلم شخصیتیں اگر غیر مسلموں سے صلح اور معاہدہ کرنے میں اسلام،ملک وملت اور عوام کا فائدہ اور مصلحت سمجھیں،تو صلح کر لینا جائز ہے۔ایسی صلح اور معاہدہ دراصل جہاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔کیونکہ جہاد سے مقصود کفر اور غیر مسلموں کے شر کو دور کرنا ہے،جو اس قسم کے معاہدہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔۲۰؎

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

{ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللهِ } ۲۱؎

(اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔مگر اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھو۔)

۲۔اگر صلح اور معاہدہ کرنے میں اسلام،ملک وملت ور عوام کا فائدہ نہ ہو تو صلح اور معاہدہ کرنا جائز نہیں،کیونکہ ایسی صلح اور معاہدہ مسلمانوں کی تذلیل کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{فَلاَ تَہِنُوْا وَتَدْعُوْآ اِلَی السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ } ۲۲؎

(تم سستی نہ کرو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے۔)

یعنی دفاعی تدابیر رکھنے اور سازوسامان کی فراہمی کے باوجود قدرت رکھتے ہوئے غیر مسلموں سے صلح جائز نہیں ہے۔ایسے حال میں صلح کرنا، مصلحت نہیں،بلکہ بزدلی ہے۔

۳۔ضرورت کے وقت دینی بھلائی کی خاطر غیر مسلموں سے صلح اور معاہدہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔خواہ بلا معاوضہ ہو یا کچھ دے دلا کر،یا لے کر ہو،جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد یہودِ مدینہ سے کچھ لیے دیے بغیر معاہدہ فرمایا۔۲۳؎

پھر صلح حدیبیہ میں یہی طریق اختیار کیا گیا۔نجران کے نصاریٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ٹھہرا کر صلح فرمائی اور غزوہ خندق میں عیینہ بن حصن سے مدینہ کی ثلث کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا۔۲۴؎

معلوم ہوا کہ تینوں طرح صلح اور معاہدہ جائز ہے۔

۴۔مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین اگر کوئی معاہدہ یا صلح کسی مدتِ معینہ تک طے پا جائے،توضبطِ تحریر میں لے آنا مناسب ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے وقت کیا۔

۵۔عہد نامہ کی دو نقلیں تیار کی جانی چاہئیں،تا کہ ہر فریق کے پاس ایک نقل محفوظ رہے۔

۶۔عہد نامہ کی ہر ایک نقل پر فریقین کے سربر آوردہ لوگوں کے دستخط ہونے چاہئیں، جیسا کہ حدیبیہ میں جو عہد نامہ تیار کیا گیا اس پر فریقین کے ذمہ دار افراد کے دستخط ہوئے اور ایک نقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور دوسری نقل سہیل بن عمرو کے پاس محفوظ رہی۔

۷۔شرائطِ صلح میں سے کسی شرط کے خلاف کرنا، بد عہدی اور عہد شکنی ہے۔ اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ہم عہد کر چکے ہیں اس کے خلاف نہیں کریں گے۔

۸۔اگر کسی ایک علاقے کا مسلمان فرماں روا کسی سے کوئی معاہدہ کرے تو دوسرے علاقے کے فرماں روا اور دوسرے علاقے کے مسلمان اس معاہدے کے پابند ہوں گے، جو مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از روئے معاہدہ اس کو مشرکینِ مکہ کے حوالے کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف یہ پابندی تھی کہ مدینہ منورہ میں ایسے شخص کو ٹھہرنے نہ دیں۔

ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ نے جس جگہ جا کر پڑاؤ ڈالا وہ حدودِ مدینہ سے بالکل خارج تھا۔ ابو بصیرؓ کی جماعت نے جو کچھ کیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نہیں کیا وہ حدودِ مدینہ سے باہر کیا۔۲۵

۹۔مسلم سربراہِ مملکت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے فوجیوں اور اپنی رعایا سے مشورہ کر لے۔۲۶

اس سے ایک تو ان کی اصابتِ رائے معلوم ہو جائے گی دوسرے ان کی عزت افزائی ہو گی اور ان کے وقار میں اضافہ ہو گا اور اگر ان کے دل میں کسی قسم کی کدورت یا رنجش ہو گی تو وہ بھی صاف ہو جائے گی اور ان کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا نیز مصالحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات کا اندازہ کیا جائے اور پھر خدائی احکام پر عمل بھی ہو جائے گا کہ {وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ} ۲۷۔

(اور ان سے معاملے میں مشورہ کرو۔)

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف بھی کی ہے۔

{وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ} ۲۸۔

(اور ان کے معاملے آپس کے مشورہ سے ہوتے ہیں۔)

۱۰۔امیر لشکر کے لیے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ دشمن کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے اپنے جاسوسوں کو روانہ کر دے۔

۱۱۔شریف النفس غیر مسلم سے ضرورت کے وقت مدد لینا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کے جاسوس کی مدد لی، چونکہ وہ کافروں کے قریب آ جا سکتے ہیں اس لیے آسانی سے ان کی خبریں معلوم کر سکتے ہیں۔۲۹

۱۲۔اگر سربراہِ مملکت مصلحت کے تقاضوں کے پیش نظر دشمن سے صلح کرنے میں پہل کرے تو جائز ہے۔

۱۳۔نیک فال لینا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سفیر قریش کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس کا آنا نیک فال ہے۔

۱۴۔معاملات طے کرتے وقت اپنی قوم کو ساتھ شریک کرنا ضروری ہے۔

۱۵۔اگر اس بات پر صلح کر لی جائے کہ غیر مسلموں کے علاقے سے آنے والے مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے تو جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی غیر مسلموں کے پاس چلا جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۱۶۔اگر معاہدہ کرنے والی حکومتیں ایک دوسرے کے مجرموں کو پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں، تو ان کے جرم کرنے پر تاوان نہیں دینا پڑے گا۔۳۰

سیاسی معاہدات کی خلاف ورزی... منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کی نظر میں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف معاہدات کے ذریعے امن قائم کیا، ظلم کا خاتمہ کیا اور لوگوں کے معاشی، سیاسی اور اجتماعی حقوق میں مساوات فراہم کی۔ اسلامی حکومت عالمگیر حکومت تھی، ان صلاحیت کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی تعلقات استوار کیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ سے بھی معاہدے کیے تھے اور مدینہ کے یہودیوں سے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ معاہدوں کی پابندی کی تھی اور باطل پرستوں کو جب بھی موقع ملا انہوں نے ان معاہدوں کی خلاف ورزی کی، لیکن منٹگمری واٹ کہتا ہے کہ:

☆حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ کیے جانے والے حدیبیہ کے معاہدے کو بھی توڑا تھا اور یہودیوں سے آپ نے جو معاہدے کیے تھے، ان کو توڑنے کے ذمہ دار بھی آپ ہی تھے۔ [۳۱]

تجزیہ:

قریش میں قبل از اسلام سیاستِ مدن کا تجربہ وسیع نہ تھا، انہیں کبھی کسی کے ساتھ منسلک ہونے کا موقع نہ مل سکا جس کی وجہ سے وہ اپنے سیاسی نظم ونسق پر تحریری یادداشتیں لکھ سکتے۔ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں متمدن دنیا انتشار اور پراگندگی کے دور سے گزر رہی تھی وہ پرانی تہذیبیں جنھوں نے انسانوں میں وحدت کا احساس پیدا کر کے تمدن کے قیام کو ممکن بنادیا تھا شکستہ ہو چکی تھیں۔ ہر قبیلہ اور ہر فرقہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا۔ قانون یا نظم کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ قدیم قبائلی دستور اپنی قوت کھو چکے تھے۔ عیسائیت کے پیدا کیے ہوئے دستور وحدت اور نظم کرنے کی بجائے تقسیم و تخریب کا کام کر رہے تھے۔ تمدن کا وہ تناور درخت جس کی شاخیں پر طرف پھیلی ہوئی تھیں، اندر سے کھوکھلا ہو چکا تھا اور لڑ کھڑا کر گرنے والا تھا۔ اس وقت کوئی ایسی جذبات آفریں نظر نہ آئی تھی جو قدیم تہذیب کی جگہ لے سکے۔ خود عرب جہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی دنیا کے تمام ملکوں میں اپنی وحشت وبربریت اور درندگی کے لیے مشہور تھا ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر اقوام کے ساتھ معاہدات کیے تاکہ اسلام کو عام کیا جائے۔ ان کے فضول رسم ورواج کو ختم کیا جائے۔ یہ معاہدات نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ دیگر قبائل اور اقوام کے لیے بھی فائدہ مند تھے۔ ان معاہدات سے وحشت وبربریت اور درندگی کا خاتمہ کیا۔ [۳۲]

ہجرتِ مدینہ کے بعد جب اجتماعی زندگی کا آغاز ہوا اور مدینہ کو ایک سیاسی وحدت بنانے اور اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اربابِ اقتدار سے جن میں مہاجرین وانصار اور یہود شامل تھے۔ ایسے معاہدات کیے جن میں ہر شخص کو جان ومال اور دین کا تحفظ، رائے اور ضمیر کی مکمل آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع دیا گیا۔ اس طرح سیرتِ مقدسہ کا یہ پہلو جو بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے، نمایاں ہو کر سامنے آگیا۔ [۳۳]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سیاسی ودعوتی معاہدے پیش کیے کہ جن کے ذریعے مدینہ منورہ ایک ایسے متحدہ مرکز میں تبدیل ہو گیا جو چند سال کی مختصر مدت میں نہ صرف دینی وروحانی بلکہ سیاسی اور معاشرتی حیثیت سے بھی دنیا کا سب سے بڑا صدر مقام بن گیا۔ حقیقت یہ ہے:

> ”عہدِ نبوت میں جس اسلامی سٹیٹ کا آغاز ہوا وہ روزانہ دو سو چوہتر (۲۷۴) مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی رہی اور دس سال کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہوا تو دس لاکھ سے زیادہ مربع میل کا رقبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ اقتدار آچکا تھا۔ برصغیر کے تین ملکوں کے تقریباً برابر وسیع علاقے کی فتح میں دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی ہلاک ہوئے اور مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخِ عالم میں بلاخوف تردید بے نظیر ہے۔“ [۳۴]

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

”معاہدات استوار کرنا اور حلیفانہ تعلقات قائم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ خصوصاً جب کہ مذہبی اختلافات موجود ہوں۔ سیاسی تعصبات پیدا ہو جائیں درمیان میں کھلی مخالفت طاقتیں مداخلت کر رہی ہوں اور معاملہ بالعموم ایسے قبائل اور عناصر سے ہو جو سابق تعلقات نہ رکھنے کی وجہ سے بالکل اجنبی ہوں، اس کام کے لیے بڑی سیاسی حکمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مخاطب کے حالات اور رجحانات کو دیکھنا، قوت کو پہچاننا، اس کی توازن قوت کو سمجھنا، مخالف طاقتوں کے اثرات کا مطالعہ کرنا، شرائط کی وہ خاص درمیانی لکیر تلاش کر لینا، جہاں کسی قبیلے یا عنصر کو لایا جا سکتا ہو اور پھر نفسیاتی لحاظ سے گفت و شنید میں اثر پیدا کرنا، ایسے بے شمار لوازم پورے کرنے پڑتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ محسن انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دائرہ کار میں جس درجے کی سیاسی بصیرت اور قائدانہ مہارت اور ڈپلومیٹک قابلیت کا نمونہ پیش کیا ہے اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔ اس وجہ سے نہیں مل سکتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے وسیع تعلقات مختلف حالات میں پیدا کرتے ہوئے کسی بھی موقع پر نظریے حق کو اپنے اخلاقی اصولوں اور اپنے سیاسی مرتبے کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچنے دیا۔ ڈپلومیٹک دائرے میں جس بری طرح سے اصولِ اخلاق کا قتل عام ہوتا ہے اسی وجہ سے لفظ ”ڈپلومیسی“ بدنام ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ ایسا ٹینک ہے کہ جدھر کو حرکت کرتا ہے انسانی کی قیمتی قدروں کو روندا چلا جاتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ڈپلومیسی اور سیاست“ کے مفہوم کو بدل کر رکھ دیا۔ ان کاموں کو نہ صرف آلائشوں سے پاک کر دیا بلکہ نیکی اور عبادت کی روح سے سجا دیا۔“ ۳۵

کامیاب زندگی کے لیے ایفائے عہد ایک سنہری اصول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں عہد شکنی کا ایک بھی واقعہ نہیں ملتا۔ اسلام نے اس اصول پر خاص زور دیا ہے کہ معاہدات کا پورا پورا احترام کیا جائے۔ معاہدے پر عمل در آمد میں خیانت اور خلاف ورزی کو قطعاً حرام قرار دیا ہے اور عہد شکنی کو بدترین عمل قرار دیا ہے۔ اس امر کی طرف راہنمائی ملتی ہے کہ معاہدے کا حقیقی مقصد امن و سلامتی کو بحال کرنا ہے۔ خواہ حالات کتنے ہی اضطراب انگیز اور تشویش ناک کیوں نہ ہوں۔ اس بات سے خبردار کیا ہے کہ معاہدے پر سختی سے عمل در آمد کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے بھی ایفائے عہد کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی خیانت نہ کی جائے۔

{وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ}۳۶۔

(اور اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت (بدعہدی) کا خطرہ ہو تو برابری (کی سطح) پر ان کا عہد ان کے منہ پر سے ماریں بے شک اللہ خیانت (بدعہدی) کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

ابن کثیر لکھتے ہیں:

”اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دشمن صراحتاً بدعہدی کا مرتکب ہو تو اسے عہد ختم ہونے کی اطلاع دینا بھی ضروری نہیں کیونکہ انہوں نے خود عہد توڑا ہے۔ اس آیت سے اس امر کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ اگر دشمن کی طرف سے خیانت اور بدعہدی کا کوئی خطرہ نہ ہو تو کسی صورت عہد نہیں توڑا جا سکتا بلکہ مدت مقررہ تک اسے پورا کرنا ضروری ہے۔“ ۳۷

حضرت سلیم بن عامر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان عہد تھا۔ عہد کی مدت ختم ہونے کے قریب حضرت معاویہؓ نے ان کے علاقے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تا کہ جو نہی عہد ختم ہو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ اس موقع پر دور سے ایک شخص کھڑا نظر آیا۔ وہ اپنے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

گھوڑے پر سوار تھا اور پکار رہا تھا: "اللہ اکبر، عہد پورا کرنا ضروری ہے بدعہدی جائز نہیں۔" وہ شخص قریب پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت عمرو بن عبسہ ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے انہیں قریب بلایا اور پوچھا کیا بات ہے؟ وہ فرمانے لگے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((من كان بينه و بين قوم عهد فلا يشد عقدة ولا يحلها حتى ينقضي امدها، او ينبذ اليهم على سواء۔))۳۸؎

(جس شخص کا دشمن سے عہد و عقد ہو تو مدت مکمل ہونے تک نہ اس عہد کی تجدید کرے نہ تنقیض یا پھر عہد ختم ہونے کا اعلان کر دے۔)

ان معاہدات کی وجہ سے مسلمان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ابتداء میں جب معاہدہ عقبہ اولی ہوا تو اس سے پہلے صرف چھے سعادت مند روحوں نے اسلام قبول کیا۔ لیکن اگلے سال بارہ افراد آئے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کوششوں کی وجہ سے مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنا شروع ہو گئی اور انہی کوششوں سے بڑے سردار، حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیر اسلام لائے۔ یہی وجہ ہے کہ بیعتِ عقبہ کے موقع پر ۷۳ مرد اور عورتیں خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام سے مشرف ہوئیں۔ میثاقِ مدینہ کے بعد بھی مسلمان کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا کیونکہ مسلمانوں کو قریش مکہ کے ظلم و ستم سے رہائی مل گئی تھی۔ لہذا انہوں نے ساری توجہ صرف اور صرف اسلام کی تبلیغ کی طرف لگا دی اور کئی غیر مسلم افراد کو مسلمان کیا۔

صلح حدیبیہ کی دفعات میں سے ایک شق یہ تھی کہ:

"قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس کر دیں گے"۔ چنانچہ اس شق کے مطابق کوئی شخص مدینہ نہ آسکتا تھا لیکن ابو بصیر قریش مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر مدینہ چلے آئے ان کے پیچھے دو آدمی آئے اور کہا ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدے کے مطابق ان کو واپس کر دیا۔ لیکن ذوالخلیفۃ کے مقام پر پہنچ کر ابو بصیر نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کھڑا ہوا۔ لہذا اس مقام پر ابو بصیر نے قیام کر لیا۔ جو مسلمان بھی قریش کے ظلم سے تنگ آجاتا وہ اس مقام پر آجاتا، دیکھتے ہی دیکھتے یہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد جمع ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس معاہدہ صلح کے بعد ۷ھ کے اوائل میں حضرت عمرو بن عاص، خالد بن ولید، اور عثمان بن طلحہ مسلمان ہو گئے۔ جب یہ لوگ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مکہ نے اپنے جگر گوشوں کی ہمارے حوالے کر دیا ہے"۔۳۹؎

اس کے علاوہ معاہدہ صلح کے بعد مکہ اور مدینہ میں آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ مکہ والے مدینہ آئے مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے۔ باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص، حسنِ عمل، پاکیزہ اخلاق کی ایک زندہ تصویر تھا۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھینچے چلے آتے تھے۔ اس کے علاوہ بنی غفار اور دیگر قبائل سے جو معاہدات کیے گئے ان کے نتیجے میں بھی مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔۴۰؎

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات کا بڑا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص تک اسلام پہنچ جائے تا کہ آخرت کے روز کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہم تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدات کی دعوتی حیثیت سے اسلام کی دعوت دور دور تک پہنچ چکی تھی، قیصر و کسریٰ کے دربار حبشہ، طائف، مدینہ اور مختلف جگہوں تک خاص کر صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کو عام کرنے کی بہت سے مواقع ملے، کیونکہ اس صلح کے بعد نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کو دعوت کے خطوط لکھے جس کی وجہ سے ایک بہت بڑا گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی تعداد ۱۰،۰۰۰ تھی۔

خلاصہ بحث

صلح حدیبیہ اسلامی سفارت کاری کی ایک بہترین مثال ہے جو نہ صرف فوری طور پر مسلمانوں کے سیاسی استحکام کا باعث بنی بلکہ بعد میں اسلامی ریاست کی مضبوطی اور توسیع میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق، یہ معاہدہ ایک طویل المدتی حکمت عملی کا حصہ تھا جو بالآخر مسلمانوں کی عظیم فتح پر منتج ہوا۔ جہاں تک مستشرقین کے اعتراضات کا تعلق ہے، Montgomery Watt جیسے مفکرین نے اس معاہدے کو محض ایک عارضی سیاسی چال کے طور پر پیش کیا، لیکن تاریخی شواہد اور اسلامی تعلیمات اس بات کی نفی کرتے ہیں۔ تحقیق کے نتائج یہ ثابت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ ایک مدبرانہ فیصلہ تھا، جس نے ریاستِ مدینہ کی خارجہ پالیسی میں ایک نیا باب رقم کیا۔ یہ تحقیق اس معاہدے کی حقیقی افادیت کو اجاگر کرتی ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب فراہم کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ الروم ۳۰:۲۲

۲۔ احمد بن حنبل، امام، مسند، ۴۱۱/۵

۳۔ ابن عبد ربہ، احمد بن محمد، العقد الفرید، [قاہرہ: مطبعۃ التالیف والنشر والترجمہ، ۱۹۴۰ء]، ۲۶۲/۱

۴۔ السجدۃ ۳۲:۷،۸

۵۔ الحجرات ۴۹:۱۰

۶۔ الحجرات ۴۹:۱۳

۷۔ المآئدۃ ۵:۴۸

۸۔ آل عمران ۳:۶۴

۹۔ البقرۃ ۲:۲۵۶

۱۰۔ الکافرون ۱۰۹:۶

۱۱۔ الکہف ۱۸:۲۹

۱۲۔ المآئدۃ ۵:۹۲

۱۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/۳۰۶
۱۴۔ ابن القیم، زاد المعاد، ۲/۳۱۱-۱۹۴(ملخصاً)
۱۵۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۴/۱۶۹
۱۶۔ ابن القیم، زاد المعاد، ۲/۳۰۸
۱۷۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۵۵
۱۸۔ Encyclopaedia Britannica 23/94,95
۱۹۔ ابن القیم، زاد المعاد، ۲/۴۱۰،۱۹۴(ملخصاً)
۲۰۔ ایضاً، ۲/۳۱۵،۳۱۴
۲۱۔ الانفال ۸:۶۱
۲۲۔ محمد ۴۷:۳۵
۲۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۱۲۷
۲۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/۳۵۸
۲۵۔ الطبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، ۳/۴۸
۲۶۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۲/۳۱۷
۲۷۔ آل عمران ۳:۱۵۹
۲۸۔ الشوریٰ ۴۲:۳۸
۲۹۔ العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ۵/۲۲۶
۳۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۲/۳۱۵
۳۱۔ Watt, Montgomery, Muhammad at Medina, [Karachi: Oxford University Press, 1981], P:327
۳۲۔ رضوی، سید محبوب، مکتوباتِ نبویؐ،]لاہور: ادارہ اسلامیات، ط:۱، ۱۹۷۸ء[، ص:۱۴
۳۳۔ ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱/۱۹۷
۳۴۔ حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص:۲۸۳
۳۵۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ص:۴۶۷
۳۶۔ الانفال ۸:۵۸
۳۷۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲/۴۲۴،۴۲۳
۳۸۔ ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحٰق الازدی السجستانی،(۲۷۵ھ)، السنن، کتاب الجہاد، باب فی الامام یکون بینہ و بین العدو عہد...، رقم الحدیث:۲۷۵۹، ص:۴۰۱
۳۹۔ مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص:۲۷۳
۴۰۔ محمد یونس، حافظ، رسول اللہ کا سفارتی نظام،]راولپنڈی، دار لفرقان، ط:۱، ۱۹۹۶ء[، ص:۳۰۸